پروفیسر عبدالخالق بلوچ
صدر شعبہ اردو بلوچستان یونیورسٹی

فورٹ ولیم کالج ۔ تحریک یا تجربہ!

فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) کو انیسویں صدی کے جنوبی ایشیا کے اہم ترین اداروں میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے جدید ہندوستانی زبانوں خصوصاً اردو ہندی اور بنگالی کی ادبی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت دی جاتی ہے یہ کالج، برطانوی مہم آزماؤں اور نوآبادیاتی ذہن کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کی سب سے بڑی اور کلیدی فتح ـــ سرنگاپٹم (میسور) کی فتح اور ٹیپو سلطان شہید کی شکست کی یادگار کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ۴ مئی سنہ ۱۸۰۰ء انگریزی افواج کی فتح کی پہلی سالگرہ کی تاریخ تھی اسی کو کالج کا یوم تاسیس قرار دیا گیا تھا۔ کالج کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ نووارد انگریز افسروں کو یہاں کی وہ زبانیں سکھائی جائیں جو کمپنی کی مملکت میں بولی جاتی تھیں اور ان کو عوام کی تہذیبوں، رسم و رواج، عادتوں اور ان کے مذہبی قوانین کی تعلیم بھی دی جائے اور نظم و نسق کی بہتر سے بہتر صلاحیت پیدا کی جائے تاکہ وہ کامیاب حکمران ثابت ہوں اور حکومت کے استحکام اور مالی مفادات کے تحفظ کا اچھا ذریعہ بن سکیں۔ تعلیم و تدریس کے لئے انگریز عملہ رکھا گیا ان کی مدد کے لئے مقامی عملہ منشی اور پنڈت کی حیثیت سے رکھا گیا تاکہ وہ پروفیسروں کے لیکچروں کے بعد زبان آموزی کی عملی مشق کرائیں اور زبان سیکھنے میں جو غلطیاں ہوتی تھیں، ان کی تصحیح کریں، یہ زبانیں ثانوی زبان کی حیثیت سے پڑھائی جاتی تھیں تاکہ افسر، بول چال کی زبان میں کچھ مہارت حاصل کرلیں۔ اس وقت تک ان زبانوں میں نثر کی ایسی کتابیں دستیاب نہ تھیں۔ جو اس مقصد کو پورا کرسکیں۔

لے دی ڈسپیچز منٹس اینڈ کرس پانڈنس آف مارکوئس ۔ والیوم ۲ ص ۳۲۸)

ضرورت اس بات کی تھی کہ نصاب ایسا ہو جس سے بول چال کی زبان سیکھی جائے اور ساتھ ساتھ یہاں کی تہذیبوں، رسم و رواج، اعتقادات، قوانین، عادتوں وغیرہ سے واقفیت بھی ہو سکے، چنانچہ فارسی اور سنسکرت کے آسان زبان میں ترجموں کی ضرورت محسوس کی گئی فارسی اور سنسکرت کی کتابوں کا انتخاب انگریز پروفیسر کرتے تھے۔ ترجمے کی منظوری کالج کونسل سے لی جاتی تھی، پھر اشتہار دیا جاتا تھا اور موصولہ ترجموں میں سے جسے بہتر سمجھا جاتا تھا اسے منتخب کر لیا جاتا تھا یا جو منشی یا پنڈت، شعبوں میں ملازم ہوتے تھے ان کے سپرد ترجمے کا کام کر دیا جاتا تھا اور یہ تاکید کر دی جاتی تھی کہ ترجمہ آسان بول چال کی زبان میں ہو۔

اس وقت تک اردو، بول چال کی حیثیت سے برصغیر کے بڑے حصے میں رائج ہو چکی تھی لیکن فارسی کو ادبی، علمی اور تہذیبی زبان کی حیثیت دی جاتی تھی۔ اردو شاعری نے خاصا فروغ پالیا تھا لیکن نثر کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی تھی۔ نثر میں جو کچھ لکھا گیا اس میں بیشتر پر فارسی کا اثر تھا یہ نثر زبان آموزی کے لئے کام نہیں آسکتی تھی۔ چنانچہ اردو میں ترجمہ و تالیف کا کام کرایا گیا۔

سنسکرت اور فارسی کے کچھ قصوں کے ترجمے کرائے گئے۔ کیونکہ ان میں عقائد، معاشرتی عادات و اطوار مشرقی رجحانات کا عکس تھا۔ اس طرح اردو میں سادہ اور سلیس نثر میں کچھ کتابیں تیار ہو گئیں۔ کالج سے باہر اور کچھ پہلے، سادہ اور سلیس نثر میں گنتی کی چند کہانیاں اور مذہبی رسالے لکھے گئے تھے لیکن ان کے اسلوب بیان میں وہ خوبیاں نہیں تھیں جو فورٹ ولیم کالج کی بعض کتابوں میں تھیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کے سامنے سادہ اور سلیس نثر نگاری کی کوئی روایت نہ تھی۔ حکم حاکم تھا، اس لئے انھوں نے اپنے طور پر اس کی داغ بیل ڈالی۔ فورٹ ولیم کالج کی ادبی اور لسانی خدمات قابل تعریف ہیں۔ اس کی بدولت اردو ادب کو سادہ سلیس، بامحاورہ اور فطری نثر کی ایک راہ مل گئی، ایسی راہ جو یکسر ناپید تو نہیں تھی لیکن انشا پردازوں اور نثر نگاروں کی نظر سے اوجھل ضرور تھی اس لئے اسے جدید نثر کا نقطہ آغاز بھی قرار دیا جانے لگا اردو ادب کے مورخین اور نقادوں نے کالج کی اس خدمت کو بڑا خراج تحسین پیش کیا ہے لیکن بعض نے انتہائی مبالغہ سے کام لیا اور جادہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔ گریہم بیلی نے اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے کہ گل کرائسٹ نے اردو اور ہندی میں نثر نگاری کی تحریک پیدا کر دی۔ دل چسپی اور ذوق و شوق کا جو اجبا

بعد کو ہوا بہت حد تک اسی کے کارناں سے باعث تھا"۔ سید محمد "ارباب نثر اردو" میں لکھتے ہیں کہ "اس کالج کی تحریک سے نہ صرف اردو کا نثری ادب پیدا ہوا بلکہ اس کی عام اشاعت کے بھی کامیاب ذرائع مہیا ہو گئے" (ارباب نثر اردو ص ۲۸۹) خادم سیتاپوری نے فورٹ ولیم کالج کو ایک تحریک قرار دیا اور کہا ہے کہ کالج کی یہ تحریک ہندوستان کے تصنیفی شعور کی سب سے پہلی اجتماعی تحریک تھی اس تحریک کا نیم سیاسی پس منظر دراصل ایک ایسی زبان و ادب کی تخلیق تھا۔ جو درباری چاپلوسی سے بلند ہو کر زیادہ سے زیادہ عوام سے قریب تر ہونے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر اردو نثر نے فورٹ ولیم کالج کی گود میں یہ نئی کروٹ نہ لی ہوتی تو ۱۸۳۵ء میں نہ تو اردو کو سرکاری زبان کا رتبہ حاصل ہوتا نہ آج اس زبان کو ہندوستان گیر فوقیت حاصل ہوتی[۹]۔ ڈاکٹر عبداللطیف کے خیال میں فورٹ ولیم کالج کی تصانیف کی بدولت ایک بڑے درجے تک اردو نثر کا معیار اس قدر بلند مقام تک پہنچا ہے جو حال کے زمانے میں اردو مصنفین کو میسر ہوا[۱۰]۔ ڈاکٹر اعجاز حسین کی رائے ہے کہ اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اسی طرز تحریر کو بنیاد بنا کر ان کے بعد انشاپردازوں آزاد، شبلی حالی، نذیر احمد مہدی افادی نے اردو میں نثری بیان کو وہ بلندی عطا کی جہاں ہماری نثر وسیع اور اہم نظر آتی ہے"۔

گراہم بیلی کا یہ خیال کہ گلکرسٹ کی بدولت اردو میں نثر نگاری کی تحریک پیدا ہوئی، درست نہیں ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کے وقت فارسی، سرکاری زبان تھی۔ اسی کو تہذیبی، ادبی، ثقافتی اور علمی زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ اردو میں شعر گوئی کی طرف توجہ تو تھی نثر کی طرف نسبتاً کم توجہ تھی تاہم نثر نگاری کا سلسلہ جاری تھا۔ مذہبی رسائل اردو نثر ہی میں لکھے جا رہے تھے۔ کبھی کبھار کوئی قصہ بھی نثر میں لکھ دیا جاتا تھا یہ کہا جاسکتا ہے کہ نثر نگاری کی تھوڑی بہت انفرادی کوششیں ہوتی تھیں کوئی اجتماعی کوشش ہو بھی نہیں سکتی تھی فورٹ ولیم کالج کے منتظمین نے نصابی ضرورت کے لئے ترجمہ و تالیف کا ادارہ قائم کیا۔ کتابیں چھپوائیں لیکن ان کی عام اشاعت نہ ہوتی تھی۔ اسی دوران کالج سے باہر دوسرے شہروں مثلاً لکھنؤ میں اردو نثر لکھی جا رہی تھی۔ دہلی میں شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ کے تراجم قرآن سادہ اور سلیس اردو میں لکھے جاچکے تھے۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتابیں آسان اردو میں لکھی گئی تھیں۔ لکھنؤ کی

---

[۱] لٹر آف سیکریٹری کونسل تاریخ ۲ جون ۱۸۰۳ بحوالہ گل کرسٹ

بستانِ حکمت، کلیلہ دمنہ، گل بکاؤلی، گلشن نوبہار، گل صنوبر، نو تن وغیرہ کتابیں بھی سادہ زبان کا نمونہ ہیں، انشاءاللہ خان انشا کی "رانی کیتکی کی کہانی" ٹھیٹ اردو میں لکھی گئی۔ ان تمام مصنفین کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے فورٹ ولیم کالج کی اردو تحریروں کو بنیاد بنا کر آسان اردو میں کتابیں لکھیں۔

کوئی ادبی تحریک، اجتماعی ارادے، نصب العین اور عملی کوشش کی مرہون منت ہوتی ہے۔ کچھ لوگ، تواہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں، کسی نصب العین پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے حصول کے لئے ادب کو وسیلہ بناتے ہیں اور اپنے خیالات سے دوسروں کو متاثر کرتے ہیں اور ہم نوا بناتے ہیں اور دوسرے ان سے متاثر ہو کر ان کی کوششوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اس طرح مخصوص خیالات، نقطہ نظر، انداز فکر، اور اسلوب کا دھارا آگے بڑھتا رہتا ہے فورٹ ولیم کالج برصغیر کے کسی طبقے کے اجتماعی ارادے اور نصب العین کا مظہر نہیں تھا بلکہ وہ لارڈ ولزلی کے ذہن کی پیداوار تھا۔ نصابی ضرورت کے تحت ترجمے و تالیف کا کام کرایا گیا تھا۔ مقصد انگریزوں کو زبان سکھانا تھا۔ نثری ادب پیدا کرنا یا نثر نگاری کو جدید رجحان سے روشناس کرانا ہرگز نہ تھا۔ کالج کی کتابیں انگریز افسروں کے لئے تیار کرائی گئی تھیں، عام لوگوں کے لئے نہیں ان کی باقاعدہ نشر و اشاعت عمومی سطح پر نہیں کی گئی تھی۔ کالج سے باہر بہت کم لوگوں نے ان کتابوں کو دیکھا ہوگا۔ ان کتابوں کے مولفین اس وقت کی اردو دنیا میں غیر معروف تھے۔ اس لئے ان کتابوں کے براہ راست اثرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کالج سے باہر ہم عصر مصنفوں کے متعلق یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے بعض مثلاً انشاءاللہ خان انشاء، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، سید اعظم علی اکبرآبادی وغیرہ کے یہاں سادہ، سلیس نثر نگاری ملتی ہے لیکن یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ وہ فورٹ ولیم کالج کے مصنفوں سے متاثر ہوئے تھے۔ انشاءاللہ نے دریائے لطافت، کالج کے قیام سے پہلے ہی لکھی تھی اس میں مختلف طبقوں کی بول چال کے جو نمونے ہیں وہ زندہ اور فطری زبان ہی کے نمونے ہیں "رانی کیتکی کی کہانی" کی زبان فورٹ ولیم کے زیر اثر ہرگز نہیں کہلا سکتی شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی زبان کو کالج کا فیضان بتانا، بہتان ہے، وہ فرنگیوں سے اتنے بدظن تھے کہ ان کی کسی چیز کو منہ نہیں لگا سکتے تھے۔ کالج سے باہر اور دوسرے علاقوں میں فارسی آمیز مقفیٰ نثر نگاری ہی کا رواج رہا۔ کیونکہ ادبی تحریروں کا لفظی آرائش، ظاہری محاسن، شاعرانہ رنگینی سے عاری ہونا مذموم سمجھا جاتا تھا۔ زبان کی سادگی کو عامیانہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہ ادبی مذاق فورٹ ولیم کالج کی بدولت تبدیل نہیں ہوا تو دان کتابوں کے مولفین نے سلیس نگاری کے حکم کے باوجود اپنی کتابوں کے دیباچوں میں اپنے اسی ادبی مزاج کا اظہار

کیا ہے۔

میر شیر علی افسوس "باغ اردو" کے پہلے دیباچے میں فرماتے ہیں "تازگی گلستان سخن کی حمد باغبان حقیقی کی ہے کہ اس نے بوستان عالم کو طرح بہ طرح کے درختوں سے آرائش دی اور رنگ برنگ کے پھولوں سے زینت بخشی، اس کے ابر رحمت کی بارش سے ہر ایک گل تر و تازہ، نسیم فیض سے اس کی ہر ایک درخت ہرا بھرا، ہر گل کی زبان وا ہے اس کے ذکر میں جو غنچہ ہے سو سر بجیب ہے اس کی فکر میں، قمری اس کے طوق بندگی میں اسیر، تذرو اس کے بند عشق سے پابہ زنجیر"۔

اس بیان میں بھی قافیہ پیمائی کا شوق اور مقفیٰ عبارت کا ذوق فارسیت غالب ہے اور فارسی نثر اور اردو عبارت کے قدیم اسلوب کا عکس نظر آتا ہے۔

میر بہادر علی حسینی نے فرمائش پر "نثر بے نظیر" سادہ و سلیس میں لکھ تو دی لیکن خود مطمئن نہ ہوئے تو دوبارہ حسب مرضی لکھا اور تحریر ثانی کی تالیف کا یہ سبب بتایا "پہلے اس سے یہ خاکسار اس کہانی کو خاص و عام کی بول چال کے مطابق بہ طرز سہل واسطے صاحبانِ نوآموز کے تحریر کر چکا تھا، اب جی میں یوں آیا کہ اس داستان شیریں کو کہ فی الحقیقت شیریں سے شیریں تر ہے، اس روپے سے نثر کروں کہ ہر ایک زبان دان و شاعر اس کو سن کر عش عش کرے"۔

کالج کے مترجمین و مولفین میں سے بیشتر نے، ملازمت سے پہلے نثر نگاری کی طرف توجہ نہ دی تھی اگر دی بھی تھی تو قدیم ادبی مذاق کے تحت، اس میں بھی کوئی مقام حاصل نہ کر سکے تھے حیدر بخش حیدری ملازمت کے لئے "قصہ مہر و ماہ" لکھتے ہیں تو دیباچے میں رقم طراز ہوتے ہیں "پس اس میں حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاہ جہاں آبادی کو ۱۲۱۴ھ میں خبر فیض اثر پہنچی کہ صاحبان عالی شان، گفتگوئے اردوئے معلٰی کو مرغوب طبع رکھتے ہیں اور اہل سخن کو از راہِ قدردانی کے بزرگی دیتے ہیں خصوصاً صاحبِ مناقب عالی مقام صدر نشین محفل اہل کلام مسٹر جان گل کرسٹ صاحب بہادر، دام اقبالہ کہ بحر سخنوری و سخن دانی کے گوہر یکتائے جہاں اور موجد قواعد کلام شیریں سخنی کی چشمہ سخن دان"۔ اسی کتاب کے ایک اور اقتباس کو دیکھئے: "کسی شہر میں آفتاب نام بادشاہ تھا کہ نہایت صاحب حشم و عالی جاہ، فوج و خزانہ کی طرف سے خوش و خنداں اور آل و اولاد کے سبب سے چشم گریاں ہمیشہ از ذمیت روزگار ناہنجار رہا کرتا تھا اور حساب اس کی افواج کا ذہن رسا میں نہیں آسکتا اور شمار اس کے خزانے کا خزانہ دل میں نہیں سما سکتا"۔ ان مثالوں میں

بھی فارسی ترکیبوں کی بہتات، فارسی عبارت آرائی کا انداز، قافیہ پیمائی نمایاں ہیں۔ یہ سب اثر ہے زمانے کے عام مذاق کا، اسی کو ذوق سلیم سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ فورٹ ولیم کالج کی کتابیں طبع زاد نہیں ہیں، ترجمہ یا تالیف ہیں ترجموں کے لئے انتخاب، مترجمین نے نہیں کیا تھا۔ طرز تحریر بھی ان کی صوابدید پر منحصر نہیں تھا انھیں سادگی و سلاست کی ہدایت کی گئی تھی۔ تفہیمی و تدریسی ضرورتوں کے تحت، شعبہ ہندوستانی کے پروفیسر گل کرسٹ نے بول چال کی زبان پر زور دیا، لیکن بنگالی میں مختلف اسالیب کے تجربے ہوئے، سنسکرت آمیز اسلوب بھی تھا اور مختلف بولیوں میں الگ الگ ترجمے بھی، اردو میں بھی سب مولفین کا طرز ایک سا نہیں، میرامن اور حیدری کے یہاں ترجموں میں بامحاورہ اور دلچسپ زبان ہے۔ افسوس پوری طرح کامیاب نہ ہوسکے امانت اللہ بالکل ناکام رہے، لطف سادگی و سلاست اختیار نہ کرسکے، اپنی قدامت پسندی کی آن رکھی، کالج کے متعین مقاصد اور متحدہ کوشش کا یہ حال تھا تو کالج سے باہر تو کوئی پابندی تھی ہی نہیں، لوگ اپنی اپنی روش پر چل رہے تھے۔ [1]

فورٹ ولیم کالج میں نثر نگاری کے جو نمونے ملتے ہیں۔ ان کا مقصد، مطلب یا مدعا نگاری نہ تھا۔ تدریس زبان غرض تھی۔ بول چال کی زبان سکھانا مقصد تھا۔ یہ نثر اس ضرورت کو پورا کرتی ہے بعض جگہ اصل کتاب کے جملوں اور ترکیبوں کو ہو بہو ترجمہ کردیا گیا ہے۔ جذبات و احساسات کے اظہار کے جو الفاظ ہوسکتے تھے ان کو مختلف سیاق و سباق میں استعمال کیا گیا ہے اور مختلف جملوں میں ان کی صورتیں دکھائی گئی ہیں ظاہر ہے کہ ایسی نثر تدریسی اعتبار سے اچھی قرار پائے گی۔ کتابوں کے متن کا تعلق ماضی سے ہے حال اور بدلتی ہوئی قدروں سے نہیں۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ تغیر پذیر اور نسبتاً جدید ذہن وقت کے تقاضوں، عمل اور ردعمل کی ترجمان ہرگز نہیں۔ ان کی نثر میں زندگی کے جدید نقطہ نظر کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں، نہ فکری انداز فکر اور استدلالی انداز کی پرچھائیاں، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ فورٹ ولیم کالج کی نثر اردو نثر میں جدید نقطہ نظر اور جدیدیت کی بنیاد بن گئی۔ ہاں یہ ضرور کہہ سکتے کہ وہ اردو نثر کے ارتقا کی ایک کڑی ہے۔ وہ کوئی ادبی تحریک تو نہیں لیکن ایسا ادبی تجربہ ضرور ہے جو لینے

---

[1] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، عبداللہ یوسف علی کراچی ص ۲۹-۱۲۸)

زبان آموزی کے مقاصد میں کس قدر کامیاب رہا۔ لیکن یہ تجربہ بھی لکھنے والوں کے شعور اور ارادے کی پیداوار نہیں بلکہ حکمِ حاکم کا نتیجہ ہے۔

سید محمدؒ "ارباب نثر اردو" میں فورٹ ولیم کالج سے یہ بھی منسوب کرتے ہیں کہ اس کی بدولت اردو زبان پر انگریزی کے اثرات مرتب ہونے شروع ہوئے۔ رام بابو سکسینہ[1] کے خیال میں اس کی بدولت نشاۃ الثانیہ کا آغاز ہوا، اور وسیع النظری اور روشن خیالی عام ہوئی۔ یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ بیان کی سادگی کے اہتمام نے اردو نثر کو ایسی دل آویزی، قوت اور توانائی عطا کی جو اردو ادب میں ایک نئے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جس کی کوکھ سے سرسید تحریک نے جنم لیا۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے فورٹ ولیم کالج کی غرض وغایت، انگریز افسروں کو برصغیر کی زبانوں تہذیب و تمدن، ذہنیت و مزاج سے واقفیت پیدا کرنا تھا اس مقصد کے لئے فارسی اور سنسکرت کی قدیم قصہ کہانیوں، تاریخ وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ کرایا گیا مترجمین، انگریزی اور مغربی علوم سے قطعاً ناآشنا تھے ان کے ترجموں کا تعلق ماضی سے تھا، حال کے تقاضوں سے بالکل بے نیاز، اگر انگریزی کتابوں یا مغربی علوم کو اردو میں منتقل کیا جاتا تو مواد اور متن کی منتقلی کے ساتھ ساتھ انگریزی اسالیب کے کچھ پرتو اور کچھ الفاظ اور اصطلاحیں اردو میں آسکتی تھیں اور انگریزی اثرات کی ابتدا ہو سکتی تھی۔

فورٹ ولیم کالج کو نشاۃ ثانیہ کا باعث قرار دینا بھی ستم ظریفی ہے اس کالج میں دیسی باشندے داخل نہیں لیتے تھے بلکہ نووارد انگریز افسر داخلہ لیتے تھے۔ جو نصاب نظم ونسق کی ضرورت کے تحت پڑھایا جاتا تھا اس سے کسی قسم کا فائدہ انگریز افسر ہی اٹھا سکتے تھے۔ اس سے برصغیر کے باشندوں کی ذہنی جلا کیونکر ہو سکتی تھی، وہ تو کالج سے بالکل بے تعلق تھے۔ بے تعلق نہ بھی ہوتے تو مروجہ نصاب سے انھیں جدید ذہن نصیب نہ ہوتا۔ وہ جدید علوم اور سائنس سے کیونکر روشناس ہوتے؟ برصغیر کے باشندوں میں جدید علوم کی اہمیت کا احساس اور جدید سائنسی شعور پیدا کرنے میں "دہلی کالج" نے البتہ کچھ کردار ادا کیا ہے، کیونکہ وہاں جدید علوم کی تعلیم اردو کے ذریعے سے دی جاتی تھی اور کالج کے طالب علم، دیسی باشندے ہوتے تھے۔ اسی کالج میں ایسے مقامی ذہنوں کی پرورش ہوئی جو بعد میں نشاۃ ثانیہ

---

[1] تاریخ ادب اردو، رام بابو سکسینہ۔ ترجمہ عسکری، ص ۵۷۷

کے موجب ہوئے، مولوی ذکاءاللہ، مولانا محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد، ماسٹر رام چند، مولوی کریم الدین مولوی مملوک علی اسی کالج کے ذہنی پیداوار تھے، جنھوں نے اپنی مخصوص صلاحیتوں کا سکہ جمایا۔ یہ لوگ جدید علمی، ادبی اور معاشرتی شعور کے ترجمان تھے۔ اسی کالج کی تیار کرائی ہوئی اردو کتابیں، اس وقت کی جدید سائنس اور معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی بدولت اردو نثر میں اتنی وسعت پیدا ہوئی کہ وہ سائنسی بیان پر قادر ہونے لگی۔

فورٹ ولیم کالج کے ڈانڈے سرسید یا علی گڑھ تحریک سے ملانا اور یہ کہنا کہ فورٹ ولیم کالج کی سادہ اور سلیس نثر کے سرسید دبستانِ نثر کے لئے بنیاد فراہم کی، غلط ہے، سرسید تحریک ہمہ جہت تحریک تھی اس نے مذہبی علمی، اخلاقی، تعلیمی محاذوں پر بہت کچھ کیا اور زبان و ادب کو بھی اس کا ذریعہ بنایا۔ بامقصد حقیقت نگاری، عقلیت پسندی، سادہ و مدلل نثری اسالیب کی داغ بیل ڈالی فورٹ ولیم کالج کی سادہ نگاری کی اہمیت اپنی جگہ لیکن وہ صرف قصہ کہانی، جذبات نگاری اور لطف اندوزی تک ہی محدود تھی، جبکہ سرسید دبستان کی نثر میں فکری صلابت، استدلالی انداز، عقیدت پسندی مقصدیت کا تنوع ہے۔ اس تحریک نے اردو ادب کو جو ذہن دیا ہے اس کے عناصر ترکیبی کے عنوان ہیں عقلیت پسندی، استدلال، مادیت، حقیقت نگاری، ترقی پسندی کا مقصدیت، اس تحریک نے مقامی سیاسی، سماجی اور معاشی حالات اور مغربی علوم اور مغربی دنیا سے "انسپریشن" لیا تھا۔ فورٹ ولیم کالج کے مترجمین نے تو خواب و خیال میں بھی یہ نہ سوچا ہوگا۔

فورٹ ولیم کالج کی نثر کے اسالیب، اردو نثر میں تاریخی اہمیت رکھتے ہیں ان کی بدولت اردو میں سادہ و سلیس نثر کی خاصی کتابیں وجود میں آگئیں اور اردو کے نثری سرمائے میں اضافہ ہوا اس سے پہلے سادہ و سلیس نثر لکھی جارہی تھی لیکن اس کا عمومی علم نہ تھا۔ اور اس کا زیادہ تر تعلق مذہبیات سے تھا۔ فورٹ ولیم کالج کی سادہ نثر کے موضوعات قصہ کہانیاں زیادہ ہیں تاریخ و اخلاق پر بھی کچھ کتابیں ہیں۔ کالج کی ادبی کوششوں کو کسی طرح بھی تحریک نہیں کہا جاسکتا۔ اور نہ نشاۃ الثانیہ کی بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے اگر انھیں ادبی تجربہ کہا جائے تو یہ تجربہ مترجمین اور مولفین نے حکم بجالانے کے لئے کیا تھا اور انھوں نے اِکا دُکا کتابوں تک اس تجربے کو محدود رکھا۔ انھوں نے خود بھی بعد میں سادہ و سلیس نثر میں کوئی اور کتاب تصنیف و تالیف نہیں کی۔